

## جشن میلاد النبی ﷺ کا احادیث سے استدلال

گزشتہ باب میں قرآن حکیم کی آیات اور ان کی تفاسیر کی روشنی میں جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کے حوالہ سے مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔ باب ہذا میں جشن میلاد کی مشروعیت احادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان کی جائے گی، اور کتب احادیث کی رو سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی و مسرت منانے کے شرعی پہلو کا جائزہ لیا جائے گا۔

### 1. احادیثِ یومِ عاشورہ سے جشن میلاد پر استدلال

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل، رحمت اور احسانِ عظیم ہیں۔ اُمتِ مسلمہ پر واجب ہے کہ وہ اس نعمتِ عظمیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کیوں کہ شکر اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور کسی عطا پر اس کا شکر بجالانا سنتِ انبیاء ہے جیسا کہ احادیثِ صومِ عاشورہ سے واضح ہے۔ اظہارِ تشکر کے کئی طریقے ہیں: انفرادی طور پر بندہ رب کریم کا شکر ادا کرنے کے لیے نفلی عبادات اور خیرات و عطیات کو ذریعہ اظہار بناتا ہے مگر جو فضل و احسان امت پر اجتماعی سطح پر ہوا ہو اس کا اظہارِ تشکر بھی اجتماعی طریقے سے کیا جاتا ہے۔ چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی ولادت وبعثت پوری کائنات انسانی پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم اور فضلِ عظیم ہے اس لیے اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ عزوجل کا شکر اجتماعی طور پر ادا کرنا واجب ہے۔ اور جو عمل اجتماعی نوعیت کا ہو اس کی ہیئت ترکیبی کی بنیاد معاشرتی تہذیب و ثقافت پر رکھی جاتی ہے۔ یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثقافتی طور پر عید کی طرح جوش و جذبے سے جشن کے انداز میں منایا جاتا ہے۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر جشن منانے کی تہذیبی تاریخ مختلف معاشروں کے طریقہ ہائے اظہارِ تشکر پر مبنی ہے اور اس کا استدلال سابقہ امتوں کے مماثل رویوں سے منسلک ہے۔ درج ذیل مطالعہ اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں احادیثِ یومِ عاشورہ سے جشنِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استدلال پیش کیا جا رہا ہے:

### (1) یومِ موسیٰ علیہ السلام منانے سے استدلال

یومِ عاشورہ وہ ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح عطا کی اور فرعون کو اس کے لاؤ لشکر سمیت غرقِ نیل کر دیا۔ یوں بنی اسرائیل کو فرعون کے جبر و استبداد سے نجات ملی۔ چنانچہ یہ دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کا دن بھی تھا

اور قوم بنی اسرائیل کی آزادی کا دن بھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اس دن روزہ رکھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودِ مدینہ کو یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے مذکورہ بالا وجہ بیان کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ایک نبی ہونے کی حیثیت سے) میرا موسیٰ پر زیادہ حق ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہونے والی نعمتِ خداوندی پر اظہارِ تشکر کے طور پر خود بھی روزہ رکھا اور اپنے تمام صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ یومِ عاشورہ کے روزہ کے حوالے سے چند روایات درج ذیل ہیں:

1۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

قدم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینۃ، فریای الیہود تصوم یوم عاشوراء، فقال: ما ہذا؟  
قالوا: ہذا یوم صالح، ہذا یوم نَحَّی اللہ بنی اسرائیل من عدوہم، فصامہ موسیٰ. قال: فآنا  
إحق بموسى منکم. فصامہ وإمر بصیامہ.

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اس دن روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا : یہ دن (ہمارے لیے) متبرک ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی (یہ ہمارا یوم آزادی اور یوم نجات ہے)۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم سے زیادہ موسیٰ کا حق دار میں ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی) اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔“

2. احمد بن حنبل، المسند، 1 : 291، رقم: 2644

3. ابو یعلیٰ، المسند، 4 : 441، رقم: 2567

4. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 1 : 92

2- ایک اور طریق سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اسی حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المدینۃ. وجد الیہودی صومون عاشوراء، فسئلوا عن ذلک، فقالوا: ہذا الیوم الذی اظفر اللہ فیہ موسیٰ وبنی اسرائیل علی فرعون، ونحن نصومہ تعظیما لہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نحن اِولیٰ بموسىٰ منکم. ثم امر بصومہ.

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہیں۔ پس ان سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا: اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ

السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون پر غلبہ و نصرت عطا فرمائی تو ہم اس عظیم کامیابی کی تعظیم و تکریم بجالانے کے لیے اس دن روزہ رکھتے ہیں، (یہ ہمارا یومِ فتح ہے)۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم تم سے زیادہ موسیٰ کے حق دار ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔“

1. بخاری، الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب إتيان اليهود النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
حین قدم المدينة، 3 : 1434، رقم: 3727

2. مسلم، الصحیح، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، 2 : 795، رقم: 1130  
3. ابوداؤد، السنن، کتاب الصوم، باب فی صوم یوم عاشوراء، 2 : 326، رقم: 2444

3۔ ایک روایت میں یہودیوں کا جواب اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان  
اس طرح منقول ہے:

فَقَالُوا: هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ، إِنَّ نَجِيَّ اللَّهِ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمُهُ، وَغَرِقَ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ. فَصَامَهُ مُوسَى شُكْرًا، فَتَحَنَّنَ نَصُومُهُ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ: فَتَحَنَّنَ إِنْ حَقَّ وَإِذْ أُولَى بِمُوسَى مِنْكُمْ. فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، وَإِمْرًا بِصِيَامِهِ.

”انہوں نے کہا: یہ بہت عظیم دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات عطا کی جب کہ فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اُسی دن روزہ رکھا، لہذا ہم بھی روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری نسبت ہم موسیٰ کے زیادہ حق دار اور قریبی ہیں۔ پس اس دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی) اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔“

1. مسلم، الصحيح، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، 2 : 796، رقم: 1130

2. بخاری، الصحيح، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ: وَهَلْ إِتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى، 3 :

1244، رقم: 3216

3. ابن ماجہ، السنن، کتاب الصیام، باب صیام یوم عاشوراء، 1 : 552، رقم: 1734

4. احمد بن حنبل، المسند، 1 : 336، رقم: 3112

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل فرعون کے جبر و استبداد کا شکار تھے جس کی وجہ سے اللہ کے دین کی پیروی ان کے لیے مشکل تھی۔ لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جہد مسلسل کے نتیجے میں وہ حسین دن بھی طلوع ہوا جب بنی اسرائیل دریائے نیل پار کر گئے اور ان کے تعاقب میں آنے والا فرعون اپنے لشکر سمیت اسی دریا میں غرق ہو گیا۔ اس طرح بنی اسرائیل کو ظلم و استبداد سے نجات اور آزادی ملی۔ فتح و آزادی کی یہ نعمت اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا اور بنی اسرائیل نے بھی روزہ رکھا۔ وہ اس دن کو یوم نجات اور یوم آزادی کے طور پر آج تک منا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے اس دن کو روزہ رکھ کر منایا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ امام طحاوی (229. 321ھ) فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے فرعون پر غلبہ پا لینے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لیے روزہ رکھا۔

طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، 2 : 132، رقم:

3209

یہاں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اگر یہود اپنے پیغمبر کی فتح اور اپنی آزادی و نجات کا دلِ قابلِ تعظیم سمجھ کر اسے منانے کا حق رکھتے ہیں تو مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یومِ میلاد قابلِ تعظیم سمجھ کر اُسے منانے کا بہ درجہ اتم حق رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء اور سید المرسلین والانبیاء ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا فضل اور رحمت بنج کر پوری انسانیت کو آزادی عطا کرنے اور ہر ظلم و ناانصافی سے نجات دلانے کے لیے تشریف لائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ.

”اور (یہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُن سے اُن کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو اُن پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔“

الأعراف، 7 : 157

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری مظلوم انسانیت کے لیے نجات اور آزادی کی نوید تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت وہ حسین ترین لمحہ تھا جس کی خوشی پوری کائنات میں منائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ایک مومن کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو امت کے لیے بہت بڑے احسان سے تعبیر فرمایا ہے۔ وہ دن جس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے عالم انسانیت کو نواز گیا سب کے لیے تعظیم و تکریم کا مستحق ہے۔ ظہورِ قدسی کا وہ عظیم ترین دن اس قابل ہے کہ ہم اس دن عطاءِ نعمتِ عظمیٰ پر سراپا تشکر بن جائیں، اس کی تعظیم کے لیے اپنے دیدہ و دل فرس راہ کر

دیں اور اسے ہر ممکن جائز طریقے سے والہانہ احترام اور عقیدت و محبت کے جذبات میں ڈوب کر جشن کی صورت میں خوب دھوم دھام سے منائیں۔

(2) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خود نسبتِ موسیٰ علیہ السلام کے سبب سے دن منانا مذکورہ بالا احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلاد منانے کی ایک اور دلیل بھی اخذ ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے اس دن کو منایا اور روزہ رکھا۔ اس سے کسی عظیم دن کو منانے کا جواز خود سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل رہا ہے۔ اور اہل ایمان کے لیے یومِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اور کون سا دن عظیم ہو سکتا ہے! لہذا یومِ میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا بھی اتباعِ سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمرے میں آتا ہے۔

(3) یہود یومِ عاشورہ یومِ عید کے طور پر مناتے تھے

بعض ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہود اپنا یوم آزادی یعنی عاشورہ کا دن روزہ رکھ کر مناتے تھے، جب کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن یوم عید کے طور پر منایا جاتا ہے، لیکن اس دن روزہ نہیں رکھا جاتا؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ کسی مبارک دن کو یوم مسرت کے طور پر منانا سنت ہے اور اس کو دائرہ شریعت میں رہتے ہوئے کسی بھی شکل میں منایا جاسکتا ہے۔ اگر یہود یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ یوم شکرانہ منانے کو صرف روزہ رکھنے کے عمل تک محدود کر لیا جائے اور اس دن کو روزہ رکھنے کے سوا کسی اور طریقے سے نہ منایا جائے۔ احادیث مذکورہ میں اس امر کی طرف کوئی اشارہ موجود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہود اس خوشی کے موقع پر روزہ ایک اضافی نیک عمل کے طور پر رکھتے تھے اور وہ یہ دن بہ طور عید مناتے تھے۔

قبل از اسلام عرب معاشرہ میں یوم عاشورہ کے موقع پر عید منائی جاتی تھی۔ اگرچہ عربوں کا اس دن عید منانا مختلف وجوہات کی بنا پر تھا۔ (1) جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دیکھا کہ یہودی بھی اس دن صرف روزہ نہیں رکھتے بلکہ عید بھی مناتے تھے، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے ثابت ہے:

(1) اس کی تفصیلات آئندہ صفحات میں آئیں گی۔

1۔ امام بخاری (194-256ھ) <sup>صحیح</sup> میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كان يوم عاشوراء تعذّده اليهود عيداً، قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: فصوموه إنتم.

”یوم عاشورہ کو یہود یوم عید شمار کرتے تھے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے) فرمایا: تم ضرور اس دن روزہ رکھا کرو۔“

بخاری، الصحيح، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، 2 : 704، 705، رقم: 1901

2- امام مسلم (206-261ھ) نے بھی الصحيح میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

کان یوم عاشوراء یوما تعظمہ الیہود، وتتخذہ عیداً، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: صوموه إنتم.

”یہود یوم عاشورہ کی تعظیم کرتے تھے اور اسے عید کے طور پر مناتے تھے۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مسلمانوں کو) حکم دیا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھو۔“

1. مسلم، الصحيح، 2، 796، کتاب الصیام، باب صیام یوم عاشوراء، رقم: 1131

2. نسائی، السنن الکبریٰ، 2 : 159، رقم: 2848

3. طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الصوم، باب صوم یوم عاشوراء، 2 : 133، رقم :

3217

4. بیہقی، السنن الکبری، 4 : 289، رقم : 8197

امام طحاوی (229-321ھ) اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم صرف اس لیے دیا تھا کہ یہود اس دن روزہ رکھتے تھے۔

3۔ امام مسلم (206۔261ھ) نے الصحیح میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے درج ذیل الفاظ کے ساتھ ایک اور حدیث بھی روایت کی ہے :

کان اہل خیبر یصومون یوم عاشوراء، یتخذونہ عیداً، ویلبسوں بے نساء ہم فیہ حلیم وشارتہم۔  
فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : فصوموه انتم۔

”اہل خیبر یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے اور اسے عید کے طور پر مناتے تھے۔ اس دن وہ اپنی عورتوں کو خوب زیورات پہناتے اور ان کا بناؤ سنگھار کرتے۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (مسلمانوں سے) فرمایا: تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔“

1. مسلم، الصحيح، کتاب الصیام، باب صیام یوم عاشوراء، 2 : 796، رقم: 1131

2. ابو نعیم، المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، 3 : 212، رقم: 2575

3. إسماعیلی، معجم شیوخ إمامی بکر إسماعیلی، 3 : 722، رقم: 337

4. عسقلانی، فتح الباری، 4 : 248

امام بخاری (194-256ھ) اور امام مسلم (206-261ھ) کی مذکورہ بالا روایات سے مستنبط ہوتا ہے کہ:

1- یوم عاشورہ یہودیوں کے لیے یوم نجات اور یوم کامیابی تھا۔ وہ عرصہ قدیم سے من حیث القوم اسے یوم عید کے طور پر شایانِ شان طریقے سے مناتے چلے آ رہے تھے۔

2- عید کا دن اُن کے لیے یومِ تعظیم تھا، وہ اس کا احترام کرتے اور بطور شکر و امتنان ایک اضافی عمل کے طور پر اس دن روزہ بھی رکھتے تھے۔

3- یہ دن صرف روزہ رکھنے پر ہی موقوف نہ تھا بلکہ روزہ رکھنا محض ایک اضافی عمل تھا جو اس دن انجام دیا جاتا تھا۔

4- اس حوالے سے اگر آج کوئی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں اعتراض کرے اور کہے کہ روزہ کے بغیر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن منانا جائز نہیں، تو یہ درست نہیں اور نہ ہی ایسا استدلال احادیث کی روشنی میں ممکن ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخوبی جانتے تھے کہ یومِ عاشورہ یہودیوں کے نزدیک یومِ عید ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے عید منانے پر کوئی سوال نہیں کیا بلکہ ان کے روزہ رکھنے کے بارے میں استفسار فرمایا تو انہوں نے ”تعظیمًا لہ“

اور ”شکراً لہ“ کہہ کر بہ طور تعظیم و تشکر روزہ رکھنے کی توجیہ بیان کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی تلقین فرمائی۔

(4) عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حافظ عسقلانی کا استدلال

حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) نے مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر استدلال کرتے ہوئے اُس دن کی شرعی حیثیت کو واضح طور پر متحقق کیا ہے اور اس سے یوم میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کی اباحت پر دلیل قائم کی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کا استدلال نقل کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی (849-911ھ) لکھتے ہیں:

وقد سئل شیخ الإسلام حافظ العصر أبو الفضل ابن حجر عن عمل المولد، فأجاب بما نصه: قال:

وقد ظهر لي تخريجها على أصل ثابت، وهو ما ثبت في الصحيحين من: ”إن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قدم المدينة، فوجد اليهود يصومون يوم عاشوراء، فسألهم، فقالوا: هو يوم أغرق الله فيه فرعون، ونحى موسى، فنحن نصومه شكرًا لله تعالى.

فيستفاد منه فعل الشكر لله تعالى على ما منَّ به في يوم معيَّن من إسداء نعمة، وإودع نعمة، ويعاد ذلك في نظير ذلك اليوم من كل سنة.

والشكر لله تعالى يحصل بأنواع العبادات كالسجود والصيام والصدقة والتلاوة، وإي نعمة أعظم من النعمة ببروز هذا النبي صلى الله عليه وآله وسلم الذي هو نبي الرحمة في ذلك اليوم.

1. سيوطي، حسن المقصد في عمل المولد: 63.

2. سيوطي، الحاوي للفتاوى: 205، 206.

3. صالح، سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد صلى الله عليه وآله وسلم، 1: 366.

4. زر قاني، شرح المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، 1: 263.

5. احمد بن زینی دحلان، السیرۃ النبویۃ، 1 : 54

6. نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : 237

”شیخ الاسلام حافظ العصر ابو الفضل ابن حجر سے میلاد شریف کے عمل کے حوالہ سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جواب کچھ یوں دیا:

”مجھے میلاد شریف کے بارے میں اصل تخریج کا پتہ چلا ہے۔ ”صحیحین“ سے ثابت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس پر وہ عرض کناں ہوئے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی، سو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجالانے کے لیے اس دن کاروزہ رکھتے ہیں۔

”اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی احسان و انعام کے عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا مناسب تر ہے۔

”اللہ تعالیٰ کا شکر نماز و سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن و دیگر عبادات کے ذریعہ بجالایا جاسکتا ہے اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے بڑھ کر اللہ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہے؟ اس لیے اس دن ضرور شکرانہ بجالانا چاہیے۔“

جشن میلاد کی بابت پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے حافظ عسقلانی (773-852ھ) نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کی بنیاد ان احادیث کو بنایا ہے جو ”صحیحین“ میں متفقہ طور پر روایت ہوئیں۔ ان احادیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو ملنے والی عظیم نعمت اور فتح پر اظہارِ تشکر کرنے اور اس دن کو عید کے طور پر منانے کی تائید و توثیق فرماتے ہوئے اس عمل کو اپنی سنت کا درجہ دے دیا۔ جب رسولِ معظم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے، کیا اس دن سے زیادہ کوئی اور

بڑی نعمت ہو سکتی ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ یومِ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عید کے طور پر نہ منایا جائے! حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) کے موقف کی تائید امام سیوطی (849-911ھ) نے ”الحاوی للفتاویٰ (ص: 205، 206)“ میں کی ہے۔ حافظ عسقلانی نے صومِ عاشورہ سے جو استدلال کیا ہے اس میں باوجود اس کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کامیابی گزشتہ زمانہ کے معین یومِ عاشورہ کو ہوئی تھی مگر پورے سال میں صرف اسی روز کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس نعمت کا شکر ہر سال اسی روز ادا کیا جائے۔ اس سے ثابت ہے کہ گو یہ واقعہ کا اعادہ نہیں مگر اس کی برکت کا اعادہ ضرور ہوتا ہے جس پر دلیل یہ ہے کہ ہر پیر کے روز ابو لہب کے لیے میلاد کی برکت کا اعادہ ہوتا ہے۔

ماہِ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت سے قبل عاشورہ کے روزے مسلمانوں پر واجب تھے۔ (1) جب ماہِ رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو ان کا وجوب منسوخ ہو گیا۔ (2) بعض ذہنوں میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ صومِ عاشورہ کا وجوب تو منسوخ ہو گیا ہے اس لیے اس کی فضیلت باقی نہیں رہی۔ اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت کے بعد اب کسی روزہ کی فرضیت نہیں، لیکن اس سے

صومِ عاشورہ کی حلت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس لیے کہ اس روزہ کے حکم وجوبیت کی منسوخی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ نحن لسنا حق بموسىٰ منکم (ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے حق دار نہیں) جس طرح روزہ رکھتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحن احق بموسىٰ منکم (ہم تم سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے حق دار ہیں) فرمایا تھا، حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ گزرے ایک زمانہ بیت چکا تھا۔

1. طحاوی، شرح معانی الآثار، باب صوم یوم عاشوراء، 2 : 129 . 132

2. عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 11 : 120

(2) امام بخاری (194-256ھ) <sup>الصحيح</sup> صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم إمر بصيام يوم عاشوراء، فلما فرض رمضان، كان من شاء صام ومن شاء أفطر.

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا کرتے تھے، تاہم جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو جو چاہتا یہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔“

بخاری، الصحيح، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، 2 : 704، رقم : 1897، 1898

صوم عاشورہ کا وجوب منسوخ ہونے کے باوجود احادیث میں اس کے فضائل وارد ہیں۔ اس دن کے روزے کی جو فضیلت پہلے تھی وہ اب بھی ہے، اور یہ بات مسلمہ ہے کہ فضائل منسوخ نہیں ہو سکتے۔ اس لیے صوم عاشورہ کی منسوخی کا حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) کے استدلال پر کوئی اثر نہیں۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس روزہ کی فضیلت بھی منسوخ ہو گئی تو پھر بھی جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اس سے استدلال پر فرق نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیادہ خوشی لامحالہ ان لوگوں کو ہوگی جنہیں امت موسوی کے افراد ہونے کا دعویٰ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس روزہ سے صرف امت کو یہ توجہ دلانا مقصود معلوم ہوتا ہے کہ جب ہم ایک نبی کی فتح پر شکر ادا کرتے ہیں تو تمہیں بھی ہماری ولادت

کی بے حد خوشی کرنی چاہیے۔ مگر طبع غیور کو صراحتاً یہ فرمانا گوارا نہ تھا کہ ہمارے میلاد کے روز تم لوگ روزہ رکھا کرو، بلکہ خود ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے روز ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ اس وقت تک نہیں بتائی جب تک کسی نے پوچھا نہیں۔ اس لیے کہ بغیر استفسار کے بیان کرنا بھی طبع غیور کے مناسب حال نہ تھا۔

2. یوم نوح علیہ السلام کی یاد منانے سے استدلال

امام احمد بن حنبل (164-241ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں یوم عاشورہ منانے کا یہ پہلو بھی بیان ہوا ہے کہ عاشورہ حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام کا دن تھا۔ اس روز وہ بہ حفاظت جو دی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئے تھے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام کی جماعت اس دن کو یوم تشکر کے طور پر منانے لگی، اور یہ دن بعد میں آنے والوں کے لیے باعث احترام بن گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہود سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے بنی اسرائیل کی آزادی اور فرعون کی غرقابی کا ذکر کرنے کے بعد کہا:

وہذا یوم استوت فیہ السفینۃ علی الجودی، فصامہ نوح وموسیٰ شکرًا للہ تعالیٰ.

”اور یہ وہ دن ہے جس میں جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہری تو حضرت نوح اور موسیٰ علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا۔“

اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إنا إحق بموسیٰ، وإحق بصوم ہذا لیوم.

”میں موسیٰ کا زیادہ حق دار ہوں اور میں اس دن روزہ رکھنے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔“

1. احمد بن حنبل، المسند، 2 : 359، 360، رقم : 8702

2. عسقلانی، فتح الباری، 4 : 247

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اُس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے حوالے سے یوم عاشورہ کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی جماعتِ مومنین کی بقاء دراصل عالم انسانیت کی بقاء اور فروغِ نسلِ انسانی کی بنیاد کا درجہ رکھتی ہے۔ اس دن کو آپ کی قوم نے یاد رکھا اور بارگاہِ خداوندی میں ہمیشہ اس کا شکر ادا کیا۔ اس سے یہ اصول سامنے آیا کہ ہر وہ واقعہ جس سے مومنین کی اجتماعی نجات، آزادی اور بقاء وابستہ ہے اس پر اظہارِ تشکر اور اظہارِ

مسرت و انبساطِ اسلامی تہذیب کی علامت رہی ہے۔ لہذا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مبارک دن بھی ابد تک اہل ایمان کے لیے یومِ عید ہے۔

3. غلافِ کعبہ کا دن عید کے طور پر منائے جانے سے استدلال

دورِ جاہلیت میں قریش مکہ یومِ عاشورہ کا روزہ رکھتے اور اس دن کو عید کے طور پر مناتے تھے۔ ہجرت سے قبل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس دن روزہ رکھا۔ وہ اس دن کو اس وجہ سے مناتے اور اس کا احترام و تعظیم کرتے کہ اس دن کعبۃ اللہ پر پہلی مرتبہ غلاف چڑھایا گیا تھا۔ یہی وہ خاص پس منظر تھا جس کی وجہ سے ہجرت کے بعد آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودیوں سے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی۔

1۔ امام بخاری (194-256ھ) <sup>صحیح</sup> میں روایت کرتے ہیں کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كان يوم عاشوراء تصومه قریش فی الجالیة، وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يصومه.

”زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔“

1. بخاری، الصحيح، کتاب الصوم، باب صیام یوم عاشوراء، 2 : 704، رقم: 1898

2. بخاری، الصحيح، کتاب المناقب، باب ایام الجالیة، 3 : 1393، رقم: 3619

3. مسلم، الصحيح، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، 2 : 792، رقم: 1125

4. ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب الصوم، باب ما جاء فی الرخصة فی ترک صوم یوم عاشوراء،

3 : 127، رقم: 753

جب پہلی دفعہ زمانہ جاہلیت میں کعبہ کو غلاف سے ڈھانپا گیا تو یہ دس محرم کا دن تھا۔ اُس وقت سے مکہ کے لوگوں کا یہ معمول رہا کہ وہ ہر سال اسی دن روزہ رکھتے اور یہ ان کے لیے عید کا دن ہوتا تھا۔ ان کا یہ معمول حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

ولادت سعیدہ کے بعد بھی جاری رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی کعبہ پر غلاف چڑھانے کے دن روزہ رکھنے کا معمول اپنایا۔ کعبہ پر غلاف چڑھانے کو ”کسوة الکعبۃ“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

2۔ امام بخاری (194. 256ھ) <sup>صحیح</sup> میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے  
ہی روایت کرتے ہیں:

كانوا يصومون عاشوراء قبل ان يفرض رمضان، وكان يومًا تستر فيه الكعبة، فلما فرض الله  
رمضان، قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: من شاء ان يصومه فليصمه، ومن شاء  
ان يتركه فليتركه.

”اہل عرب رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور  
(اس کی وجہ یہ ہے کہ) اس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے  
رمضان کے روزے فرض کر دیے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم

میں سے جو اس دن روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھ لے، اور جو ترک کرنا چاہے وہ ترک کر دے۔“

1. بخاری، الصحيح، کتاب الحج، باب قول الله: جعل الله الكعبة البيت الحرام، 2 : 578، رقم: 1515

2. طبرانی، المعجم الأوسط، 7 : 278، رقم: 7495

3. بیہقی، السنن الکبری، 5 : 159، رقم: 9513

4. ابن عبد البر، التمهید لمافی الموطأ من المعانی والأسانید، 7 : 204

حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) درج بالا حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

:

فإنه يفيد إلج الجاہلیۃ كانوا یعظمون الکعبۃ قديماً بالستور ویقومون بہا.

”اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت سے ہی وہ کعبہ پر غلاف چڑھا کر اس کی تعظیم کرتے تھے، اور یہ معمول وہ قائم رکھے ہوئے تھے۔“

عسقلانی، فتح الباری، 3 : 455

حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) ایک اور مقام پر قریش کے اس دن روزہ رکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إِذَا صِيَامَ قُرَيْشٌ لِعَاشُورَاءَ فَلَعَلَّمُ تَلَقَّوهُ مِنْ الشَّرْعِ السَّالِفِ، وَلِهَذَا كَانُوا يَعِظُمُونَهُ بِكِسْوَةِ الْكَعْبَةِ فِيهِ.

”یومِ عاشورہ کو قریش کا روزہ رکھنے کا سبب یہ تھا کہ شاید انہوں نے گزشتہ شریعت سے اس کو پایا ہو، اور اسی لیے وہ اس دن کی تعظیم کعبہ پر غلاف چڑھا کر کیا کرتے تھے۔“

عسقلانی، فتح الباری، 4 : 246

ہر سال کعبہ پر غلاف چڑھانے کا دن منانے پر امام طبرانی (260-360ھ) ”المعجم الکبیر (5 : 138، رقم : 4876)“ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے درج ذیل قول نقل کرتے ہیں:

لیس یوم عاشوراء بالیوم الذی یقولہ الناس، إنما کان یوم تسترفیہ الکعبۃ وکان یدور فی السنۃ.

”یوم عاشورہ سے مراد وہ دن نہیں جو عام طور پر لیا جاتا ہے، بلکہ یہ وہ دن ہے جس میں کعبہ کو غلاف چڑھانے کی رسم کا آغاز ہوا۔ اسی سبب ہر سال اس کی تجدید ہوتی ہے اور اس دن کو منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔“

2. عسقلانی، فتح الباری، 4 : 248

3. عسقلانی، فتح الباری، 7 : 276

کعبہ پر غلاف چڑھانے کے دن کا احترام بعض لوگوں کے لیے باعثِ خلجان بنتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کعبہ کو غلاف چڑھادینے کے بعد معاملہ اپنے انجام کو پہنچا۔ لیکن ہر سال اس دن کی تعظیم اور خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دن کا احترام کرنا چہ معنی دارد؟ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت چودہ سو سال قبل ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحیثیتِ رسولِ خدا لوگوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دی۔ یہ معاملہ بہ خیر انجام پایا۔ اب ہر سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یومِ ولادت کے موقع پر محافل میلاد کے انعقاد اور جشنِ عید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اتنا کافی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور تعلیمات کی پیروی کی جائے؟

یہ اور اس قبیل کے دوسرے سوالات کے جواب سے پہلے ہر اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ رسالت سے آگاہ رہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے مقصدِ بعثت سے اپنے ذہن کو روشن رکھے۔ نزولِ قرآن اور تشکیلِ اُسوۂ حسنہ کی اہمیت سے اپنے زاویہ نگاہ کو منور کرے اور عالم اسلام کے وجود میں آنے کے مراحل کو اپنی سوچوں کا محور بنائے۔ پھر اسے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقریبات کے بارے میں تمام سوالوں کا جواب مل جائے گا۔ کعبہ کو غلاف چڑھانے کا دن ہر سال آتا تو اہل عرب ہمیشہ اس دن کا کعبہ کی وجہ سے اکرام کرتے جس کے باعث یہ باقاعدہ سالانہ تعظیم و تکریم کا دن بن گیا اور اسے مستقلاً منایا جانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگرچہ ایک عرصہ گزر گیا ہے لیکن اس دن کے بار بار آنے سے اس کی تعظیم یا اس پر فرحت کا اظہار ایسے ہی ضروری ہے جیسے کہ ابو لہب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا اور ہر پیر کو اس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس عمل کو جاری رکھا۔ پس ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک عرصہ گزر جانے کے بعد بھی یوم ولادت کو منانا اور اس پر اظہارِ مسرت و فرحت کرنا نہ صرف درست ہے بلکہ یہ عمل کسی دن کو منانے کی سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔

4. اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کا یومِ نزولِ عید کے طور پر منانا

جب سورۃ المائدہ کی تیسری آیت۔ (الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ)۔ نازل ہوئی تو یہودی اسے عام طور پر زیر بحث لاتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ مکالمہ کرتے تھے۔ درج ذیل حدیث میں اسی حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ایک یہودی کا مکالمہ بیان کیا گیا ہے اور اس سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن بہ طور عید منانے پر استشاد کیا گیا ہے:

1۔ امام بخاری (194-256ھ) صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه: إن رجلا من اليهود قال له: يا أمير المؤمنين! آية في كتابكم تقرؤونها، لو علينا معشر اليهود نزلت، لاتخذنا ذلك اليوم عيداً، قال: إى آية؟ قال: (الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا) قال عمر: قد عرفنا ذلك اليوم، والمكان الذي نزلت فيه على النبي صلى الله عليه وآله وسلم، وهو قائم بعرفة يوم الجمعة.

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ایک یہودی نے اُن سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اپنی کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ آیت ہم گروہ

یہود پر اُترتی تو ہم اس کے نزول کا دن عید بنا لیتے۔ آپ نے پوچھا: کون سی آیت؟  
اس نے کہا: (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری  
کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بہ طور) دین (یعنی مکمل نظامِ حیات کی حیثیت سے)  
پسند کر لیا)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس دن اور جس جگہ یہ آیت حضور نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہم اس کو پہچانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم اُس وقت جمعہ کے دن عرفات کے مقام پر کھڑے تھے۔“

1. بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب زیادة الایمان و نقصانه، 1 : 25، رقم: 45.
2. بخاری، الصحیح، کتاب المغازی، باب حجة الوداع، 4 : 1600، رقم: 4145.
3. بخاری، الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله: الیوم اکملت لکم دینکم، 4 : 1683،  
رقم: 4330.
4. بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، 6 : 2653، رقم: 6840.
5. مسلم، الصحیح، کتاب التفسیر، 4 : 2313، رقم: 3017.

6. ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب تفسیر القرآن، باب من سورة المائدة، 5 : 250، رقم:

3043

7. نسائی، السنن، کتاب الایمان، باب زیادة الایمان، 8 : 114، رقم: 5012

اس حدیث میں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ یہودی نے سوال کیا کہ اگر تکمیل دین کی یہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اس کے نزول کا دن عید کے طور پر مناتے، آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ انہیں مغالطہ تھا کہ شاید مسلمان اسے عام دن کے طور پر ہی لیتے ہیں۔ یہاں جواب بھی اسی نوعیت کا ہونا چاہیے تھا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

قد عرفنا ذلک الیوم، والمکان الذی نزلت فیہ۔

”ہم اُس دن اور مقام کو خوب پہچانتے ہیں جہاں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔“

وہ دن جمعہ اور حج کا تھا اور وہ جگہ جہاں آیت کا نزول ہوا عرفات کا میدان تھا۔ ظاہراً سوال اور جواب کے مابین کوئی ربط اور مطابقت دکھائی نہیں دیتی لیکن درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جواب سوال کے عین مطابق ہے۔ آپ صمنے عرفہ اور یوم الجمعہ کے الفاظ سے ہی اس کا مکمل جواب دے دیا اور اشارۃً بتا دیا کہ یوم حج اور یوم جمعہ دونوں ہمارے ہاں عید کے دن ہیں۔ ہم انہیں سالانہ اور ہفتہ وار عید کے طور پر مناتے ہیں۔ پس یہودی کا اس جواب سے خاموش رہنا اور دوبارہ سوال نہ کرنا بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وضاحت کے بعد لا جواب ہو کر رہ گیا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کو مکمل وضاحت قرار دیتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) تبصرہ کرتے ہیں:

عندی إلہ ہذہ الروایۃ التقتی فیہا بالابشارۃ.

”میرے نزدیک اس روایت میں اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔“

عسقلانی، فتح الباری، 1 : 105، رقم : 45

2- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کی تصریح حضرت کعب اخبار رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں ایسی قوم کو جانتا ہوں کہ اگر ان پر یہ آیت نازل ہوتی تو وہ اسے عید کے طور پر مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کون سی آیت؟ میں نے کہا:

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا.

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو (بہ طور) دین (یعنی مکمل نظام حیات کی حیثیت سے) پسند کر لیا۔“

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَعْرِفُ فِي إِيَّايُومِ أَنْزَلَتْ : (الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ)، يَوْمَ جُمُعَةٍ وَيَوْمَ عَرَفَةٍ، وَهَمَّا لَنَا عِيدَانِ.

”میں پہچانتا ہوں کہ کس دن الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ نازل ہوئی: جمعہ اور عرفات کے دن، اور وہ دونوں دن (پہلے سے) ہی ہمارے عید کے دن ہیں۔“

1. طبرانی، المعجم الاوسط، 1 : 253، رقم: 830

2. عسقلانی، فتح الباری، 1 : 105، رقم: 45

3. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 2 : 14

مذکورہ بالا روایات ثابت کرتی ہیں کہ یہودی کا نظریہ درست تھا۔ اسی لیے اُس کی توثیق کی گئی ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسی وقت اس کی تردید کر دیتے اور فرماتے کہ شریعت نے ہمارے لیے عید کے دن مقرر کر رکھے ہیں، لہذا ہم اس دن کو بہ طور عید نہیں مناسکتے۔ بہ الفاظِ دیگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی کو باور کرایا کہ اگر یہ دن تمہارے نصیب میں ہوتا تو تم اس دن ایک عید مناتے مگر ہم تو یومِ عرفہ اور یومِ جمعہ دو عیدیں مناتے ہیں۔

3. اس معنی کی تائید کتب حدیث میں مذکور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جسے حضرت عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت۔ (الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا)۔ تلاوت کی تو آپ کے پاس ایک یہودی کھڑا تھا۔ اس نے کہا:

لَوْ أَنْزَلَتْ هَذِهِ عَلَيْنَا لَاتَّخَذْنَا يَوْمَهَا عِيدًا.

”اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے نزول کا دن عید کے طور پر مناتے۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

فإنہا نزلت فی یوم عیدین: فی یوم الجمعة ویوم عرفة.

”بے شک یہ آیت دو عیدوں یعنی جمعہ اور عرفہ (جج) کے دن نازل ہوئی۔“

1. ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب من سورة المائدة، 5 : 250، رقم:

3044

2. طبرانی، المعجم الکبیر، 12 : 184، رقم: 12835

3. طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، 6 : 82

4. مروزی، تعظیم قدر الصلاة، 1 : 352، رقم: 354

5. ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 2 : 14

6. ابن موسیٰ حنفی، معنر المختصر، 2 : 169

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہودی کا قول رد نہیں کیا بلکہ اس کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت کا نزول جمعہ اور عرفہ (جج) کے دن ہوا جنہیں مسلمان پہلے ہی عیدوں کے طور پر مناتے ہیں۔

ان احادیث سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ نزولِ نعمت کے دن کو بطور عید منانا جائز ہے۔ جس طرح تکمیلِ دین کی آیت کا یومِ نزول روزِ عید ٹھہرا، اسی طرح وہ دن جب حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود دنیا میں تشریف لائے اور جن کے صدقے ہمیں صرف یہ آیت نہیں بلکہ مکمل قرآن جیسی نعمت عطا ہوئی اس دن کو بطور عید کیوں نہیں منایا جاسکتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عید میلاد منانا اصل حلاوتِ ایمان ہے مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کی بنیاد تسلیم کیا جائے ورنہ یہ حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔ وہ ذات اقدس جن کے صدقے تمام عالم کو عیدیں نصیب ہوئیں، ان کا جشن میلاد منانے کے لیے دل میں گنجائش نہ ہونا کون

سی کیفیتِ ایمان کی نشان دہی کرتا ہے؟ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی سورۃ المائدہ کی یہ آیت بہت بڑی خوش خبری اور بشارت کی آئینہ دار تھی۔ جس دن اس آیت کا نزول ہوا وہ دن عید الجمعہ اور عید الحج کی خوشیاں لے کر طلوع ہوا۔ لہذا اہل ایمان کے لیے یہ نکتہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں کہ جس مبارک دن نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک ہوئی وہ سب عیدوں سے بڑی عید کا دن ہے۔ جمہور اہل اسلام محافل میلاد کے ذریعے اپنی دلی مسرت کا اظہار اور بارگاہِ یزدی میں اس نعمتِ ابدی کے حصول پر ہدیہ شکر بجالاتے ہیں۔ اس دن اظہارِ مسرت و انبساط عین ایمان ہے۔ جمہور اُمتِ مسلمہ مداومت سے اس معمول پر عمل پیرا ہے اور رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت ”12 ربیع الاول“ ہر سال بڑے تزک و احتشام سے عید کے طور پر مناتی ہے۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا کسی دن کے لیے عید کا لفظ استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ ہم یہی سوال حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف لے جاتے ہیں کہ کیا عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوا کسی دن کے لیے عید کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟ ان کی طرف سے جواب آتا ہے:

فإنها نزلت في يوم عیدین: فی یوم الجمعة ویوم عرفة.

”بے شک یہ آیت دو عیدوں یعنی جمعہ اور عرفہ (حج) کے دن نازل ہوئی۔“

اس جواب پر یہ اعتراض بھی کیا جاسکتا ہے کہ یوم عرفہ تو عید الاضحیٰ کا دن ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے یوم جمعہ کو بھی یوم عید قرار دیا ہے۔ اور اگر ان اجل صحابہ کے قول کے مطابق جمعہ کا دن عید ہو سکتا ہے تو پھر میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دن عید کیوں نہیں ہو سکتا؟ بلکہ وہ تو عید الاعیاد (عیدوں کی عید) ہے کہ اُن صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ اور وسیلہ سے پوری نسلِ انسانی کو قرآن حکیم جیسے بے مثل صحیفہٴ آسمانی اور ہدایتِ ربانی سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔

5. فضیلتِ جمعہ کا سبب یومِ تخلیقِ آدم علیہ السلام ہے

جمعہ کے دن کی خاص اہمیت اور فضیلت کی بناء پر اسے سید الايام کہا گیا ہے۔ اس دن غسل کرنا، صاف ستھرے یا نئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا اور کاروبار زندگی چھوڑتے ہوئے مسجد میں اجتماع عام میں شریک ہونا امورِ مسنونہ ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قَبْضُ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَى  
مِنْ الصَّلَاةِ فِيهِ، فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ.

”تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ کا ہے، اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی ولادت ہوئی (یعنی اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت ہوئی اور آپ کو لباسِ بشریت سے سرفراز کیا گیا)، اس روز اُن کی روح قبض کی گئی، اور اسی روز صور

پھونکا جائے گا۔ پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو، بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔“

1. ابوداؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب تفریع ابواب الجمعة وفضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، 1 : 275، رقم : 1047

2. ابوداؤد، السنن، ابواب الوتر، باب فی الاستغفار، 2 : 88، رقم : 1531

3. ابن ماجہ، السنن، کتاب إقالة الصلاة والسنة فیہا، باب فی فضل الجمعة، 1 : 345، رقم : 1085

4. نسائی، السنن، کتاب الجمعة، باب إکثار الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الجمعة، 3 : 91، رقم : 1375

5. نسائی، السنن الکبری، باب الأمر بإکثار الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الجمعة، 1 : 519، رقم : 1666

6. دارمی، السنن، 1 : 445، رقم : 1572

7. ابن ابی شیبہ، المصنف، 2 : 253، رقم : 8697

8. طبرانی، المعجم الکبیر، 1 : 216، رقم: 589
9. بیہقی، السنن الکبری، 3 : 248، رقم: 5789
10. بیہقی، السنن الصغری، 1 : 372، رقم: 634
11. میثمی، موارد الزمان إلى زوائد ابن حبان، 1 : 146، رقم: 550

جمعة المبارک عید کا دن ہے، اس پر کبار محدثین کرام نے اپنی کتب میں درج ذیل احادیث بیان کی ہیں:

- 1- ابن ماجہ (209-273ھ) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ هَذَا يَوْمٌ عِيدٌ، جَعَلَهُ اللَّهُ لِلْمُسْلِمِينَ، فَمَنْ جَاءَ إِلَى الْجُمُعَةِ فَلْيَغْتَسِلْ، وَإِنْ كَانَ طَيِّبٌ فَلْيَمِيسْ مِنْهُ،  
وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَاكِ.

”بے شک یہ عید کا دن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بنایا ہے۔ پس جو کوئی جمعہ کی نماز کے لیے آئے تو غسل کر کے آئے، اور اگر ہو سکے تو خوشبو لگا کر آئے۔ اور تم پر مسواک کرنا لازمی ہے۔“

1. ابن ماجہ، السنن، کتاب إقاة الصلوة، باب فی الزینة یوم الجمعة، 1 : 349، رقم :

1098

2. طبرانی، المعجم الأوسط، 7 : 230، رقم : 7355

3. منذری، الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف، 1 : 286، رقم : 1058

2- احمد بن حنبل (164-241ھ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ یوم الجمعة یوم عید، فلا تجعلوا یوم عیدکم إلا إِنْ تصوموا قبله إوابعدہ.

”بے شک یوم جمعہ عید کا دن ہے، پس تم اپنے عید کے دن کو یوم صیام (روزوں کا دن) مت بناؤ مگر یہ کہ تم اس سے قبل (جمعرات) یا اس کے بعد (ہفتہ) کے دن کا روزہ رکھو (پھر جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی اجازت ہے ورنہ نہیں)۔“

1. احمد بن حنبل، المسند، 2 : 303، 532، رقم : 10903، 8012

2. ابن خزیمہ، الصحيح، 3 : 315، 318، رقم : 2166، 2161

3. ابن راہویہ، المسند، 1 : 451، رقم : 524

4. حاکم، المستدرک علی الصحيحین، 1 : 603، رقم : 1595

4. ابن حبان (270-354ھ) روایت کرتے ہیں کہ ابو ابراہیم بیان کرتے ہیں:

كنت قاعداً عند أبي هريرة إذ جاءه رجل فقال: إنك نهيت الناس عن صيام يوم الجمعة؟ قال: ما نهيت الناس إن يصوموا يوم الجمعة، ولكني سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: لا تصوموا يوم الجمعة، فإنه يوم عيد إلا إن تصلوه بأيام.

”میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے اُن کے پاس آکر کہا: آپ نے لوگوں کو جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے لوگوں کو جمعہ کے دن روزہ رکھنے سے نہیں روکا بلکہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: تم جمعہ کے دن روزہ نہ رکھو کیوں کہ یہ عید کا دن ہے، سوائے اس کے کہ تم اس کو اور دنوں کے ساتھ ملا کر (روزہ) رکھو۔“

ابن حبان، الصحيح، 8 : 375، رقم: 3610

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ فضیلتِ جمعہ کا سبب کیا ہے اور اسے کس لیے سب دنوں کا سردار اور یومِ عید قرار دیا گیا؟ اس سوال کا جواب گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی حدیث

مبارکہ میں موجود ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن کی فضیلت کا سبب بیان کرتے ہوئے فرمایا:

فیہ خلق آدم۔

(”یوم جمعہ) آدم کے میلاد کا دن ہے (یعنی اس دن آدم علیہ السلام کی خلقت ہوئی اور آپ کو لباسِ بشریت سے سرفراز کیا گیا)۔“

جمعہ کے دن ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی جس کی بناء پر اسے یوم عید کہا گیا ہے اور اس دن کی تکریم کی جاتی ہے۔ اگر یوم الجمعہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے باعث عزت و احترام کے ساتھ منائے جانے کا حق دار ہو سکتا ہے تو یوم میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبرِ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی بناء پر عید الاعیاد (تمام عیدوں کی عید) کے طور پر اسلامی کیلنڈر کی زینت کیوں نہیں بن سکتا۔ اب کوئی کہے کے میلادِ آدم علیہ السلام کی تقریب کا اہتمام اس

لیے کیا گیا کہ ان کی تخلیق معروف طریقے سے عمل میں نہیں آئی۔ لیکن اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کیوں کہ بنیادی نکتہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کے دن ہوئی۔ لہذا یوم الجمعہ کو یوم العید بنادیا گیا کہ یہ بنی نوع انسان کے جد امجد اور پہلے نبی کا یوم تخلیق ہے۔ اسی بناء پر وجہ تخلیق کائنات اور تمام انبیاء کے سردار سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت تمام عیدوں کی عید ہے۔

روزِ جمعہ کا اہتمام برائے محفلِ درود و سلام

جمعۃ المبارک کے سلسلہ میں کیے جانے والے تمام تر انتظامات وہ ہیں جو میلاد کے حوالہ سے بھی کیے جاتے ہیں، مثلاً غسل کرنا، خوشبو لگانا، ایک جگہ جمع ہونا، کاروبار ترک کرنا اور مسجد میں حاضری دینا۔ ان کے علاوہ بھی بعض امور کا تذکرہ کتب حدیث میں موجود ہے۔ جمعہ کے دن یہ سارا اہتمام درحقیقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود و سلام بھیجنے کے حوالہ سے ہے اور اس دن کو کثرتِ درود و سلام کے لیے اس لیے چنا گیا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا یومِ میلاد ہے۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

فَاكْثِرُوا عَلَى سَمْعِ الصَّلَاةِ فِيهِ .

”پس اس روز کثرت سے مجھ پر درود شریف بھیجا کرو۔“

اس دن عاشقانِ رسول درود شریف کا اجتماعی ورد کرتے ہیں اور اس دن محفل میلاد اور محفل صلوٰۃ و سلام کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ سو یہ دن جہاں ایک طرف میلادِ سیدنا آدم علیہ السلام کے لیے خاص ہے تو دوسری طرف درود و سلام کے ذکر کی نسبت سے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی ہے۔ اس طرح بہ یک وقت یہ دن جد ماجد اور فرزند امجد دونوں کے لیے اظہارِ مسرت کا مژدہ بردار بن گیا ہے۔

حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد اِرمّت؟

”یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ کے وصال کے بعد کیسے آپ پر پیش کیا جائے گا؟“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ جَسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.

”بے شک اللہ عزوجل نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔“

1. ابوداؤد، السنن، کتاب الصلاة، باب تفریع ابواب الجمعة وفضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة، 1 :

275، رقم: 1047

2. ابوداؤد، السنن، ابواب الوتر، باب فی الاستغفار، 2 : 88، رقم: 1531

3. ابن ماجه، السنن، كتاب إقالة الصلاة والسنة فيها، باب في فضل الجمعة، 1 : 345، رقم :

1085

4. نسائي، السنن، كتاب الجمعة، باب إكثار الصلاة على النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوم الجمعة،

3 : 91، رقم : 1375

5. نسائي، السنن الكبرى، باب الأمر بإكثار الصلاة على النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوم

الجمعة، 1 : 519، رقم : 1666

6. دارمي، السنن، 1 : 445، رقم : 1572

7. ابن أبي شيبة، المصنف، 2 : 253، رقم : 8697

8. طبراني، المعجم الكبير، 1 : 216، رقم : 589

9. البيهقي، السنن الكبرى، 3 : 248، رقم : 5789

10. البيهقي، السنن الصغرى، 1 : 372، رقم : 634

11. ميشي، موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان، 1 : 146، رقم : 550

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ میں اس دنیا سے ظاہری پردہ فرمانے کے بعد بھی اپنے جسم کے ساتھ زندہ رہوں گا، اور تمہیں چاہیے کہ مجھ پر جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ درود و سلام پڑھنا اپنا معمول بنالو۔

#### 6۔ مقام میلادِ عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت و اہمیت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سفر معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللحم کے مقام پر مجھ سے کہا: آپ براق سے اترے اور نماز پڑھیے۔ میں نے اتر کر نماز ادا کی۔ پس اس نے کہا:

اِندری این صلیت؟ صلیت بیت لحم حیث ولد عیسیٰ علیہ السلام۔

”پس اس نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟ آپ نے بیت اللحم میں نماز ادا کی ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔“

1. نسائی، السنن، کتاب الصلاة، باب فرض الصلاة، 1 : 222، رقم: 450

2. طبرانی، مسند الشامیین، 1 : 194، رقم: 341

درج ذیل کتب میں یہ حدیث حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

3. نزار، البحر الزخار (المسند)، 8 : 410، رقم: 3484

4. طبرانی، المعجم الکبیر، 7 : 283، رقم: 7142

5. بیہقی، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، 1 : 73

6. عسقلانی، فتح الباری، 7 : 199

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح جمعہ کو فضیلت اور تکریم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی وجہ سے ملی۔ جو کہ تعظیم زمانی ہے۔ اسی طرح بیت اللحم کو مولدِ عیسیٰ علیہ السلام ہونے کی وجہ سے تعظیم مکانی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وجہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں نماز ادا کرنے کی گزارش کی گئی۔ اس حدیث شریف سے نبی کی جائے ولادت کی اہمیت اور تعظیم ثابت ہوتی ہے۔ اسی لیے عاشقانِ رسول مولد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وہ مکان جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی) کی تعظیم اور زیارت کرتے ہیں۔ اہل مکہ کا ایک عرصہ تک معمول رہا ہے کہ وہ اس مکان سے جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جلوس نکالا کرتے تھے۔ مزید برآں اگر نبی کی ولادت کسی مکان کو متبرک اور یادگار بنادیتی ہے اور یہ براہِ راست حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے تو وہ دن اور لمحہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی واجبِ التعظیم، یادگار اور یومِ عید کیوں نہ ہوگا۔

7۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یومِ میلاد پر روزہ رکھ کر خود خوشی کا اظہار فرمایا

جشن میلاد کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے درج بالا دلائل کے ساتھ ساتھ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے یومِ ولادت کی بابت

بالتخصیص کوئی ہدایت یا تلقین فرمائی ہے؟ اس کا جواب اثبات میں ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود صحابہ کرامؓ کو اپنے یوم میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کی تلقین فرمائی اور ترغیب دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے میلاد کے دن روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہارِ تشکر و امتنان فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل مبارک درج ذیل روایات سے ثابت ہے:

امام مسلم (206. 261ھ) اپنی الصحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْإِثْنَيْنِ؟ قَالَ: ذَاكَ يَوْمٌ وَلَدَتْ فِيهِ وَيَوْمٌ بُعِثَ إِوْرَاقُ عَلِيٍّ فِيهِ.

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔“

1. مسلم، الصحيح، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلثۃ ایام من کل شهر، 2 : 819، رقم:

1162

2. بیہقی، السنن الکبری، 4 : 286، رقم: 38182

درج ذیل کتب میں ”انزلت علیّ فیہ النبوة (اسی روز مجھے نبوت سے سرفراز کیا گیا)“ کے الفاظ ہیں:

3. نسائی، السنن الکبری، 2 : 146، رقم: 2777

4. احمد بن حنبل، المسند، 5 : 296، 297، رقم: 22590، 22594

5. عبد الرزاق، المصنف، 4 : 296، رقم: 7865

6. ابو یعلیٰ، المسند، 1 : 134، رقم: 144

7. بیہقی، السنن الکبریٰ، 4 : 300، رقم: 8259

پیر کے دن کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا دن ہے۔ بنا بریں یہ دن شرعی طور پر خصوصی اہمیت و فضیلت اور معنویت کا حامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود روزہ رکھ کر اس دن اظہارِ تشکر فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عمل امت کے لیے اظہارِ مسرت کی سنت کا درجہ رکھتا ہے۔ آج بھی حریم شریفین میں بالخصوص اور دنیا بھر میں بالعموم اہل محبت و تصوف پیر کے دن روزہ رکھنے کی سنت پر باقاعدگی سے عمل کرتے ہیں۔

اسلام میں ولادت کے دن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اسلام میں یوم ولادت کا کوئی تصور نہیں، انہیں علم شریعت سے صحیح آگہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ ”یہ میری ولادت کا دن ہے“۔ اسلام میں یوم ولادت کے تصور کی نشان دہی کرتا ہے۔ قرآن حکیم انبیاء علیہم السلام کے ایام میلاد بیان کرتا ہے۔ اس کی تفصیل گزشتہ ابواب میں بیان ہو چکی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ

تعالیٰ کے نزدیک اپنے پیغمبر کے یوم ولادت کی کیا قدر و منزلت ہے۔ اگر اس تناظر میں دیکھا جائے تو یوم میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام و مرتبہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہ دن منانے کے مختلف طریقے ہیں جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔ جیسے مذکورہ بالا حدیث سے عبادات کی ایک قسم روزہ رکھنا ثابت ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کے حصول کے لیے صدقہ و خیرات کرنا، کھانا کھلانا، شکر بجالانا اور خوشی منانا میلاد منانے کی مختلف صورتیں ہیں۔ ہم گزشتہ باب میں شکر بجالانے کی مختلف صورتوں کے ذیل میں اس پر بحث کر چکے ہیں۔

8. حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا میلاد بکرے ذبح کر کے منایا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا میلاد منایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں بکرے ذبح کیے اور ضیافت کا اہتمام فرمایا۔

1۔ بیہقی (384-458ھ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَمَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ النَّبُوءَةِ.

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔“

1. بیہقی، السنن الکبریٰ، 9 : 300، رقم: 43.

2. مقدسی، الأحادیث المختارة، 5 : 205، رقم: 1833.

3. نووی، تهذيب الأسماء واللغات، 2 : 557، رقم: 962.

4. عسقلانی، فتح الباری، 9 : 595.

5. عسقلانی، تهذيب التذیب، 5 : 340، رقم: 661.

6. مزنی، تهذيب الكمال في إسماء الرجال، 16 : 32، رقم: 3523.

2- ضیاء مقدسی (569-643ھ) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَمَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ مَا بُعِثَ نَبِيًّا

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعد از بعثت اپنا عقیقہ کیا۔“

1. مقدسی، الأحادیث المختارة، 5 : 205، رقم: 1832

2. طبرانی، المعجم الأوسط، 1 : 298، رقم: 994

3. رویانی، مسند الصحابة، 2 : 386، رقم: 1371

3- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

لَمَّا وَلِدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَمَّ عَنْهُ عَبْدُ الْمَطْلَبِ بَكْبِشَ.

”جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے ایک مینڈھے کا عقیقہ کیا۔“

1. ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 3 : 32

2. حلبی، إنسان العیون فی سیرة الأئین المامون، 1 : 128

3. سیوطی، کفایة الطالب اللیب فی خصائص الحیب، 1 : 134

2- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے:

إن عبدالمطلب جعل له مآذبة یوم سابعة.

”بے شک حضرت عبدالمطلب نے ساتویں روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے عقیقہ) کی دعوت کی۔“

1. ابن عبد البر، التمهيد لما في الموطا من المعاني والأسانيد، 21 : 61

2. ابن عبد البر، الاستيعاب في معرفة الأصحاب، 1 : 51

3. ابن حبان، الثقات، 1 : 42

4. قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، 2 : 100

5. ابن قيم، زاد المعاد في هدي خير العباد، 1 : 81

اس میں تو ائمہ کا اختلاف ہی نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیقہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے ساتویں دن کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چالیس سال تک اپنا عقیقہ کیسے مؤخر کر سکتے تھے، کیوں کہ حدیث مبارکہ کی رو سے جب تک عقیقہ نہ کر دیا جائے بچہ گروی رہتا ہے۔ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الغلام مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهِ يَذْخُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ.

”بچہ اپنے عقیقہ کے باعث گروی رہتا ہے، اس کی طرف سے ساتویں دن ذبح کیا جائے۔“

1. ترمذی، الجامع الصحیح، 4 : 101، کتاب الأضاحی، باب من العقیقۃ، رقم: 1522

2. ابوداؤد، السنن، 3 : 106، کتاب الضحایا، باب فی العقیقۃ، رقم: 2837

3. ابن ماجہ، السنن، 2 : 1056، کتاب الذبائح، باب العقیقۃ، رقم: 3165

سوال پیدا ہوتا ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثتِ مبارکہ کے بعد کون سا عقیقہ کیا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے بعد اپنی ولادت اور میلاد کی خوشی و مسرت اور شکرانے میں بکرے ذبح کیے اور اہتمام ضیافت کیا تھا کیونکہ عقیقہ دو (2) بار نہیں ہوتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ صرف عقیقہ ہی تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعلانِ نبوت کے بعد کیا۔ اگر ہم اسے عقیقہ

ہی تصور کریں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ”عقیقہ“ کیا ہے؟ عقیقہ فی نفسہ ولادت پر اظہار تشکر و امتنان ہے۔ اسے ولادت کی خوشی کی تقریب کہہ لیں یا تقریب میلاد، مفہوم ایک ہی ہے کہ ولادت کے موقع پر خوشی منائی جاتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی (849-911ھ) نے اپنی کتاب ”حسن المقصد فی عمل المولد (ص: 64، 65)“ میں حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) کے دلائل کی تائید میں ایک اور استدلال پیش کیا ہے جو جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

وظہری تخریجہ علی اصل آخر، وهو ما اخرجہ البیہقی، عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی عت عن نفسه بعد النبوة. مع انه قد ورد ان جدہ عبد المطلب عت عنہ فی سابع ولادته، والعقیقة لا تعاد مرة ثانية، فیحمل ذلک علی ان الذی فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اظہاراً للشکر علی ایجاد اللہ تعالیٰ ایاہ، رحمة للعالمین وتشریفاً لأمته، كما کان یصلی علی نفسه، لذلک فیستحب لنا ایضاً اظہار الشکر بمولده باجتماع الاخوان، وإطعام الطعام، ونحو ذلک من وجوه القربات، وإظہار المسرات.

”یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کے حوالہ سے ایک اور دلیل مجھ پر ظاہر ہوئی ہے۔ وہ ہے جو امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا باوجود اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے ساتویں روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیقہ کر چکے تھے۔ اور عقیقہ دو (2) بار نہیں کیا جاتا۔ پس یہ واقعہ اسی پر محمول کیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو اللہ کی طرف سے رحمۃ للعالمین اور اپنی اُمت کے مشرف ہونے کی وجہ سے اپنی ولادت کی خوشی کے اظہار کے لیے خود عقیقہ کیا۔ اسی طرح ہمارے لیے مستحب ہے کہ ہم بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت پر خوشی کا اظہار کریں اور کھانا کھلائیں اور دیگر عبادات بجالائیں اور خوشی کا اظہار کریں۔“

1. سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: 64، 65

2. سیوطی، الحاوی للفتاوی: 206

3. صالحہ، سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1: 367

4. زر قانی، شرح المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 1 : 263، 264

5. نبہانی، حجة اللہ علی العلیمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 237

امام سیوطی خود ہی سوال اٹھاتے ہیں کہ کیا وہ حقیقتاً ایک عقیقہ ہی تھا، اور پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دراصل وہ عقیقہ نہیں تھا۔ اگرچہ ”عقی عن نفسه“ کے الفاظ جو ولادت کی خوشی میں شکرانے کے طور پر جانور کی قربانی دینے سے عبارت ہیں۔ تکنیکی اعتبار سے عقیقہ کے آئینہ دار ہیں تاہم وہ معروف معنوں میں روایتی طور پر عقیقہ نہیں تھا کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیقہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ آپ کی ولادت کے ایک ہفتہ بعد ہی کر چکے تھے۔ پھر امام سیوطی اپنا شرعی موقف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عقیقہ زندگی میں صرف ایک بار ہوتا ہے اور اسے دہرایا نہیں جاتا۔

اگر کوئی کہے کہ ٹھیک ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقیقہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کر چکے تھے لیکن عقیقہ کی وہ رسم دورِ جاہلیت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ سے پہلے ادا کی گئی تھی اس لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اپنے عقیقہ کا اعادہ مناسب خیال کیا ہوگا۔ یہ سوچ جاہلانہ ہے۔ اگر دورِ جاہلیت سے متعلق اس نقطہ نظر کو درست مان لیا جائے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعثت کے بعد اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اپنے نکاح کی بھی تجدید کرنی چاہیے تھی۔

عقیقہ تو محض ایک صدقہ ہے جب کہ نکاح عقدِ ازدواج ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح پر مہر کی ادائیگی بھی حضرت ابوطالب نے اپنی جیب سے کی تھی۔ اگر یہ بات درست ہوتی تو نکاح اور مہر کا اعادہ بھی ہونا چاہئے تھا۔ اس لیے یہ نقطہ نظر درست نہیں کیوں کہ شریعتِ مطہرہ نے دورِ جاہلیت میں کیے گئے جائز کاموں کو سندِ قبولیت عطا کی ہے اور شرعی احکام نزولِ وحی کے بعد نافذ کیے گئے۔ جیسے ”إِنَّمَا قَدْ سَلَفَ“ (سوائے اس کے کہ جو دورِ جہالت میں گزر چکا)“ (1) کے تحت تو قبولِ اسلام کے بعد دورِ جاہلیت کے تمام گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، ہر گناہ کی الگ الگ توبہ درکار نہیں ہوتی، چہ جائے کہ اُمورِ صالحہ اور اُمورِ مستحسنہ، نکاح، عقیقہ، معاہدے اور ایسے تمام اُمورِ خیر برقرار رہتے ہیں۔

اس لیے امام سیوطی فرماتے ہیں کہ دوبارہ عقیقہ کرنے کی کوئی ضرورت تھی نہ کوئی شرعی تقاضا تھا۔ پس اس پوری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت کے بعد خود اپنا میلاد مناتے ہوئے بکرے ذبح کیے۔

9. آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اظہارِ مسرت پر کافر کے عذاب میں تخفیف

مندرجہ بالا دلائل سے یہ واضح ہوا کہ جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا اللہ تعالیٰ، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے، اس لیے محدثین و ائمہ کرام اور بزرگانِ دین نے کثیر تعداد میں اس کے فضائل و برکات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ تمام کتب فضائل و سیرت اور تاریخ اس پر شاہد ہیں۔ اس ضمن میں ایک مشہور واقعہ درج ہے جو امام بخاری (194-256ھ) نے الصحیح کی کتاب النکاح میں نقل کیا ہے۔ اس واقعہ کو زیر بحث لانے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ قرآن و حدیث کا مسلمہ اصول اور اجماع اُمت ہے کہ کافر کی کوئی نیکی اُسے آخرت میں فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ اُس کے اُمورِ خیر کے صلہ میں اُسے جنت دی جائے گی نہ اُس کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی۔ بلکہ اُس کے اچھے اعمال کے صلہ میں اُسے دنیا میں ہی کشادگی عطا کر دی جاتی ہے۔ (1) آخرت میں نیک کاموں پر جزا کے مستحق صرف مسلمان ہیں کیوں کہ عند اللہ اعمال کے اجر کا باعث ایمان ہے۔ (2)

1. ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 9 : 145

2. عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 20 : 95

اس بابت قرآن حکیم فرماتا ہے:

1. مَنْ كَانَ يَرْيِدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوفٍ إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

”جو لوگ (فقط) دنیوی زندگی اور اُس کی زینت (و آرائش) کے طالب ہیں ہم اُن کے اعمال کا پورا پورا بدلہ اسی دنیا میں دے دیتے ہیں اور انہیں اس (دنیا کے صلہ) میں کوئی کمی نہیں دی جاتی ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کچھ (حصہ) نہیں سوائے آتش (دوزخ) کے، اور وہ سب (اعمال اپنے اخروی اجر کے حساب سے) اکارت ہو گئے جو انہوں نے دنیا میں انجام دیے تھے اور وہ (سب کچھ) باطل و بے کار ہو گیا جو وہ

کرتے رہے تھے (کیوں کہ ان کا حساب پورے اجر کے ساتھ دنیا میں ہی چکا دیا گیا ہے،  
اور آخرت کے لئے کچھ نہیں بچا) ۵

ہود، 11 : 15، 16

2. وَالَّذِينَ كَفَرُوا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ اِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللّٰهُ عِنْدَهُ  
فَوْقَاهُ حِسَابًا وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

”اور کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں سراب کی مانند ہیں جس کو پیاسا پانی سمجھتا  
ہے، یہاں تک کہ جب اُس کے پاس آتا ہے تو اُسے کچھ (بھی) نہیں پاتا، (اسی طرح  
اُس نے آخرت میں) اللہ کو اپنے پاس پایا مگر اللہ نے اُس کا پورا حساب (دنیا میں ہی)  
چکا دیا تھا، اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے“ ۵

النور، 24 : 39

3. وَقَدْ مَنَّ الْإِلَهُ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ نَبِإً مِّنْهُ ۝

”اور (پھر) ہم اُن اَعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو (بزرگم خویش) اُنہوں نے (زندگی میں) کیے تھے تو ہم انہیں بکھرا ہوا غبار بنا دیں گے“ ۝

الفرقان، 25 : 23

(2) اس ضمن میں قرآن حکیم فرماتا ہے:

1. لَيَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ  
وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

”وہ اللہ کی (تحلیاتِ قُرب کی) نعمت اور (لذاتِ وصال کے) فضل سے مسرور رہتے ہیں اور اس پر (بھی) کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا ۵ جن لوگوں نے زخم کھا چکنے کے بعد بھی اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم پر لبیک کہا، اُن میں جو صاحبانِ احسان ہیں اور پرہیزگار ہیں، اُن کے لئے بڑا اجر ہے“ ۵

آل عمران، 3 : 171، 172

2. وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا جُزْءَ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

”اور ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے ۵ اور یقیناً آخرت کا اجر اُن لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور روشِ تقویٰ پر گامزن رہے“ ۵

یوسف، 12 : 56، 57

3. اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اِنَّا لَا نُضِيعُ اِجْرَ مَنْ اِحْسَنَ عَمَلًا ۝

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، یقیناً ہم اُس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے تو نیک عمل کرتا ہے“ ۝

الکہف، 18 : 30

4. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝

”اور نیک انجام پر ہیزگاروں کے لیے ہے“ ۝

1. الأعراف، 7 : 128

2. القصص، 28 : 83

اب ہم امام بخاری کی بیان کردہ اُس روایت کی طرف آتے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کافر چچا ابو لہب کا ذکر ہے کہ اُسے بھی اللہ تعالیٰ نے آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی منانے پر اجر سے محروم نہیں رکھا، حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین میں سرفہرست تھا۔ یہ ایسا بد بخت شخص تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی مذمت میں پوری سورت نازل فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

تَبَّتْ يَدَايِیْ لَہٖ وَتَبَّ ۝ مَا اِغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَاَکْسَبَ ۝ سَیَصْلٰی نَارًا ۝ اَذَاتَ لَہٖ ۝

”ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اُس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے) ۝ اُسے اُس کے (موروٹی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اُس کی کمائی نے ۝ عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا“ ۝

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے حوالہ سے مشہور واقعہ کتب احادیث میں مذکور ہے کہ ابو لہب نے اپنی ایک لونڈی ثویبہ کو وقت ولادت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے بھیجا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ثویبہ دوڑتے ہوئے ابو لہب کے پاس پہنچی اور اسے بھتیجا پیدا ہونے کی خوش خبری سنائی۔ بھتیجے کی پیدائش کی خبر سنے کر ابو لہب اتنا خوش ہوا کہ اُس نے وہیں اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”ثویبہ! جا میں نے تجھے نو مولود (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کیا۔“

ابو لہب جب حالت کفر پر ہی مر گیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ مرنے کے بعد تجھ پر کیا گزر رہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں دن رات سخت عذاب میں جلتا ہوں لیکن جب پیر کا دن آتا ہے تو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے اور میری انگلیوں سے پانی جاری ہو جاتا ہے جسے پی کر مجھے سکون ملتا ہے۔ اس تخفیف کا

باعث یہ ہے کہ میں نے پیر کے دن اپنے بھتیجے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت کی خوش خبری سن کر اپنی خادمہ ثویبہ کو ان انگلیوں کا اشارہ کرتے ہوئے آزاد کر دیا تھا۔

یہ واقعہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ سے مروی ہے جسے محدثین کی کثیر تعداد نے واقعہ میلاد کے تناظر میں نقل کیا ہے۔ امام بخاری (194-256ھ) کی الصحیح میں مروی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فلما مات أبو لهب إرّيه بعض إبله بشرّ حبيته، قال له: ماذا القيت؟ قال أبو لهب: لم إلق بعد كم غير إني سقيت في هذه بعثاتي ثويبة.

”جب ابو لہب مر گیا تو اس کے اہل خانہ میں سے کسی کو اُسے خواب میں دکھایا گیا۔ وہ برے حال میں تھا۔ (دیکھنے والے نے) اس سے پوچھا: کیسے ہو؟ ابو لہب نے کہا: میں بہت سخت عذاب میں ہوں، اس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ ہاں مجھے (اس عمل کی

جزا کے طور پر) اس (انگلی) سے قدرے سیراب کر دیا جاتا ہے جس سے میں نے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔“

1. بخاری، الصحيح، کتاب النکاح، باب وإمہاتکم اللاتی إرضعنکم، 5 : 1961، رقم: 4813

2. عبد الرزاق، المصنف، 7 : 478، رقم: 13955

3. عبد الرزاق، المصنف، 9 : 26، رقم: 16350

4. مروزى، السنة: 82، رقم: 290

5. بیہقی، السنن الکبری، 7 : 162، رقم: 13701

6. بیہقی، شعب الایمان، 1 : 261، رقم: 281

7. بیہقی، دلائل النبوة و معرفۃ احوال صاحب الشریعة، 1 : 149

8. ابن سعد، الطبقات الکبری، 1 : 108

9. ابن ابی دنیا نے ”کتاب المناہات (ص: 154، رقم: 263)“ میں اسے حسن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔

10. بغوی، شرح السنة، 9 : 76، رقم: 2282

11. ابن جوزی، صفوة الصفوة، 1 : 62

12. سیہلی، الروض الأنفی تفسیر السیرة النبویة لابن ہشام، 3 : 98، 99

13. زیلعی، نصب الراية لأحادیث الهدایة، 3 : 168

14. ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 67 : 171، 172

15. ابن کثیر، البدایة والنہایة، 2 : 229، 230

16. عسقلانی، فتح الباری، 9 : 145

17. عینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، 20 : 95

18. شیبانی، حدائق الآثار، 1 : 134

19. عامری، شرح بھجة الحافل، 1 : 41

20. انور شاہ کشمیری، فیض الباری علی صحیح البخاری، 4 : 278

یہ روایت اگرچہ مُرسل (1) ہے لیکن مقبول ہے، اس لیے کہ امام بخاری (194)۔  
256ھ) نے اسے اپنی ”الصحیح“ میں نقل کیا ہے اور اجل علماء و حفاظِ حدیث نے اس پر  
اعتماد کرتے ہوئے اس سے استشاد و استناد کیا ہے۔ ثانیاً یہ روایت فضائل و مناقب کے باب  
میں ہے نہ کہ حلال و حرام میں؛ اور مناقب و احکام کے مابین حدیث کے استدلال میں  
فرق کو علماء خوب جانتے ہیں۔

(1) اُصولِ حدیث میں مرسل اُس حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی سند کا آخری حصہ  
یعنی تابعی سے اوپر کا کوئی راوی ساقط ہو۔

(1) اس کا حکم یہ ہے کہ جب اجل تابعی تک یہ روایت صحیح ثابت ہو جائے تو قابلِ حجت  
ہوگی۔ (2) تین فقہی مذاہب کے بانیان۔ امام اعظم ابو حنیفہ (80-150ھ)، امام مالک  
(93-179ھ) اور امام احمد بن حنبل (164-241ھ)۔ اور محدثین کی کثیر جماعت

کے نزدیک مرسل روایت قابلِ حجت ہوتی ہے بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ ہو اور وہ ثقہ ہی سے ارسال کرتا ہو۔ (3) ان کی دلیل یہ ہے کہ ثقہ تابعی کے متعلق یقینی ہے کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا، یا یہ کیا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ کیا گیا)“ تب ہی کہے گا جب وہ ثقہ راوی سے سنے گا۔

1. ذہبی، الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث: 38.

2. ابن کثیر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث: 48.

3. ابن حجر عسقلانی، نزہۃ النظر بشرح نخبۃ الفکر فی مصطلح حدیث اہل الآثار: 36، 37.

4. سخاوی، کتاب الغایۃ فی شرح الہدایۃ فی علم الروایۃ، 1: 272.

(2) ذہبی، الموقظۃ فی علم مصطلح الحدیث: 39.

1. (3) سخاوی، کتاب الغایۃ فی شرح الہدایۃ فی علم الروایۃ، 1 : 273

2. ابن کثیر، الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث : 48

3. عبدالحق محدث دہلوی، مقدمۃ فی اصول الحدیث : 42، 43

حافظ ابن حجر عسقلانی (773-852ھ) ”نزهۃ النظر بشرح نخبۃ الفکر فی مصطلح حدیث اہل الاثر (ص: 37)“ میں لکھتے ہیں:

”امام احمد کے ایک قول اور مالکی و حنفی فقہاء کے مطابق حدیث مرسل مطلقاً مقبول ہوتی ہے، اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی اور سند (خواہ وہ سند متصل ہو یا مرسل) سے مرسل روایت کی تائید ہو جائے تو وہ مقبول ہے ورنہ نہیں۔“

ملا علی قاری حنفی (م 1014ھ) شرح شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں کہ ابن جریر نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث مرسل قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں۔ اور نہ اس کے بعد دو سو (200) سال تک ائمہ میں سے

کسی نے اس کا انکار کیا اور یہی وہ قرونِ فاضلہ ہیں جن کے خیر پر برقرار رہنے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت دی۔

ذیل میں ہم اس روایت کے بارے میں چند ائمہ کرام کے ملفوظات نقل کریں گے، جنہوں نے اس واقعہ سے جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استشاد و استناد کیا ہے:

1۔ حافظ شمس الدین محمد بن عبد اللہ جزری (م 660ھ) اپنی تصنیف ”عرف التعریف بالمولد الشریف“ میں لکھتے ہیں:

فَإِذَا كَانَ أَبُو لَهَبٍ الْكَافِرُ الَّذِي نَزَلَ الْقُرْآنُ بِذِمَّةِ جُوزَى فِي النَّارِ بِفَرْحَةٍ لَيْلَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهِ، فَمَا حَالُ الْمُسْلِمِ الْمَوْحِدِ مِنْ آيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَسِرُّ بِمَوْلَدِهِ، وَبَذَلُ مَا تَصِلُ إِلَيْهِ قَدَرَتُهُ فِي مَحَبَّةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ؟ لَعْمَرِي إِنْ مَا يَكُونُ جَزَاؤُهُ مِنْ اللَّهِ الْكَرِيمِ أَنْ يَدْخُلَهُ بِفَضْلِهِ جَنَّاتُ النَّعِيمِ.

”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے موقع پر خوشی منانے کے اجر میں اُس ابو لہب کے عذاب میں بھی تخفیف کر دی جاتی ہے جس کی مذمت میں قرآن حکیم میں ایک مکمل سورت نازل ہوئی ہے۔ تو اُمتِ محمدیہ کے اُس مسلمان کو ملنے والے اجر و ثواب کا کیا عالم ہوگا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی خوشی مناتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و عشق میں حسبِ استطاعت خرچ کرتا ہے؟ خدا کی قسم! میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسے مسلمان کو اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی منانے کے طفیل اپنی نعمتوں بھری جنت عطا فرمائیں گے۔“

1. سیوطی، الحاوی للفتاوی: 206

2. سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: 65، 66

3. قسطلانی، المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 1: 147

4. زر قانی، شرح المواہب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، 1: 260، 261

5. یوسف صالحہ، سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1:

6. نبہانی، حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 237،

238

2- حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی (777-842ھ) ”مورد الصادی فی مولد الہادی“ میں فرماتے ہیں:

قد صح إلی ابالہب یخفف عنه عذاب النار فی مثل یوم الإثنين بإعتاقہ ثویبہ سرورًا بمیلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

”یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کرنے کے صلہ میں ہر پیر کے روز ابولہب کے عذاب میں کمی کی جاتی ہے۔“

اس کے بعد محمد بن ناصر الدین دمشقی نے درج ذیل اشعار پڑھے:

إِذَا كَانَ هَذَا كَافِرٌ جَاءَ ذِمَّةُ  
وَتَبَّتْ يَدَاهُ فِي الْحَجِّمْ مُحَمَّدًا

إِنِّي إِنَّمَا فِي يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دَائِمًا  
يُخَفِّفُ عَنْهُ لِلَّسَّرُورِ بِأَحْمَدَا

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِي طَوَّلَ عُمُرَهُ  
بِأَحْمَدٍ مَسْرُورِ أَوْ مَاتَ مَوْحِدًا

”جب ابو لہب جیسے کافر کے لیے۔ جس کی مذمت قرآن حکیم میں کی گئی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں اُس کے ہاتھ ٹوٹے رہیں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کی خوشی منانے کی وجہ سے ہر سو موار کو اُس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے۔ تو کتنا خوش نصیب ہو گا وہ مسلمان جس کی ساری زندگی عبادتِ الہی اور میلاد کی خوشیوں میں بسر ہوئی اور وہ حالتِ ایمان پر فوت ہوا۔“

1. سیوطی، الحاوی للفتاوی: 206
2. سیوطی، حسن المقصد فی عمل المولد: 66
3. نبہانی، حجة اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: 238

3۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (958-1052ھ) اسی روایت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

در اینجا سند است مراہل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرور کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود، و قرآن بمذمت وے نازل شدہ، چون بسرور میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بذل شیر جاریہ وے بجهت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جزا دادہ شد تا حال مسلمان کہ مملوست بمحبت و سرور و بذل مال در وے چہ باشد۔ ولیکن باید کہ از بدعتما کہ عوام احداث کردہ اند از تغنی و آلات محرمہ و منکرات خالی باشد تا موجب حرمان از طریقہ اتباع نگردد۔

عبدالحق، مدارج النبوة، 2 : 19

”یہ روایت موقع میلاد پر خوشی منانے اور مال صدقہ کرنے والوں کے لیے دلیل اور سند ہے۔ ابولہب جس کی مذمت میں ایک مکمل سورت قرآنی نازل ہوئی جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کر لیتا ہے تو اس مسلمان کی خوش نصیبی کا کیا عالم ہوگا جو اپنے دل میں موجزنِ محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ولادتِ مصطفیٰ کے دن مسرت اور عقیدت کا اظہار کرے۔ ہاں بدعات مثلاً رقص اور غیر اسلامی اعمال وغیرہ سے اجتناب ضروری ہے کیوں کہ انسان اس کے باعث میلاد کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے۔“

4۔ مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی (1264-1304ھ) لکھتے ہیں:

”پس جب ابو لہب ایسے کافر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو جو کوئی امتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی کرے اور اپنی قدرت کے موافق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں خرچ کرے کیوں کراعلیٰ مرتبہ کو نہ پہنچے گا، جیسا کہ ابن جوزی (510-579ھ) اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی (958-1052ھ) نے لکھا ہے۔“

عبدالحی، مجموعہ فتاویٰ، 2 : 282

5۔ مفتی رشید احمد لدھیانوی (و1341ھ) تحریر کرتے ہیں:

”جب ابو لہب جیسے بد بخت کافر کے لیے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو جو کوئی امتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی کرے اور حسبِ وسعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں خرچ کرے تو کیوں کراعلیٰ مراتب حاصل نہ کرے گا۔“

لدھیانوی، احسن الفتاویٰ، 1 : 347، 348

الجماعۃ و علماء کا ثویبہ کے واقعہ سے استدلال کرنا اس روایت کی صحت و حقانیت پر بھی دلالت کرتا ہے اور جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواز کا بھی یقین ثبوت ہے۔

کافر کے عذاب میں تخفیف کیوں؟

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابو لہب کے عذاب میں تخفیف کیوں کی گئی جب کہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کی رو سے کافر کا کوئی عمل بھی قابلِ اجر نہیں اور آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق صرف صاحبِ ایمان ہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابو لہب کے اس عمل کا تعلق چوں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے تھا اور اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا جشن منانے پر اُس کافر کے عذاب میں بھی تخفیف کر دی جس کی مذمت میں

پوری ایک سورۃ نازل فرمائی تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کافر کا وہ عمل جس کا تعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے رائیگاں نہیں جائے گا۔

ابولہب سے ہفتہ وار تخفیف عذاب اس سبب سے نہیں ہوئی کہ اُس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پر خوشی منانا ہی اس انعام کا باعث ہے اور اُس کا یہی عمل کافر ہوتے ہوئے بھی اُس کے عذاب میں رعایت کا سبب بن گیا۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں دیکھتا کہ عمل کرنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ عمل کس کے لیے کیا گیا ہے۔ اُسے اس سے غرض نہیں کہ عمل کرنے والا ابولہب ایک کافر تھا کیوں کہ اُس کی ساری شفقتیں تو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں۔

وضاحت کے لیے محدثین کی چند مزید تصریحات درج ذیل ہیں:

1۔ امام بیہقی (384-458ھ) شعب الایمان میں لکھتے ہیں کہ یہ خصائص محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہے کہ کفار کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا صلہ عطا کیا جاتا ہے:

وہذا ایضاً لآلِ الاحسان کان مرجعاً الی صاحب النبوة، فلم یضع.

”اور یہ اس لیے ہے کہ ابو لہب کے احسان کا مرجع صاحب نبوت ذات تھی، اس لیے اُس کا عمل ضائع نہیں کیا گیا۔“

بیہقی، شعب الایمان، 1 : 261، رقم: 281

2۔ امام بغوی (436-516ھ) لکھتے ہیں:

ہذا خاص بہ اکرام اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

”ابو لہب کے عذاب میں تخفیف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے ہے۔“

بغوی، شرح السنۃ، 9 : 76

3۔ امام سیہلی (508-581ھ) نے بھی یہی نقطہ نظر اختیار کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے:

قال: ما لقيت بعد كم راحة، غير اني سقيت في مثل هذه، وإشار إلى النقرة بين السبابة والابهام، بعثني ثوبية، وفي غير البخاري إن الذي رآه من إله هو إخوه العباس، قال: مكثت حولا بعد موت أبي لہب لا إراہ فی نوم، ثم رأيتہ فی شر حال، فقال: ما لقيت بعد كم راحة إلا إن العذاب يخفف عني كل يوم اثنين. وذلك إن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ولد يوم

الایشین، وکانت ثویبہ قد بشرتہ بمولده، فقالت له: ایشعرت ارج آمنه ولدت غلاما تحیک عبد اللہ؟ فقل لها: اذہبی، فانت حرة، فنفعہ ذلک۔

”ابولہب نے کہا: میں نے تمہارے بعد آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ ثویبہ لونڈی کے آزاد کرنے پر مجھے اتنا پانی پلایا جاتا ہے، اور (یہ کہتے ہوئے) اُس نے سبابہ (انگشت شہادت) اور انگوٹھے کے درمیانی فاصلے کی طرف اشارہ کیا۔ صحیح بخاری کے علاوہ دیگر روایات میں ہے کہ اُس کے اہل خانہ میں سے جس فرد نے اُسے دیکھا وہ اُس کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے فرمایا: میں ابولہب کی موت کے بعد ایک سال تک اُسے خواب میں دیکھتا رہا، پھر میں نے اُسے بہت بری حالت میں دیکھا تو اُس نے کہا: میں نے تمہارے بعد کوئی آرام نہیں پایا سوائے اس کے کہ ہر پیر کے روز میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے دن ہوئی اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوش خبری سنائی تھی، اور اسے کہا تھا: کیا تجھے پتہ چلا ہے کہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں تیرے بھائی عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا پیدا ہوا ہے؟ (اس پر

خوش ہو کر) ابو لہب نے اُس سے کہا: جا، تو آزاد ہے۔ اس (خوشی منانے) نے اُسے دوزخ کی آگ میں فائدہ پہنچایا۔“

سہیلی، الروض الآنف فی تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، 3 : 98، 99

4۔ رئیس المفسرین امام قرطبی (م 671ھ) فرماتے ہیں:

ہذا التحقیف خاص بہذا و بمن ورد النص فیہ۔

”جب نص صحیح میں آچکا ہے کہ کافر کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے صلہ میں اجر ملتا ہے تو ایسے مقام پر اُسے مانا جائے گا۔“

عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 20 : 95

5۔ شارح صحیح بخاری امام کرمانی (717-786ھ) لکھتے ہیں:

يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ وَالْخَيْرُ الَّذِي تَعْلُقُ بِالرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُخْصِصًا مِنْ ذَالِكِ.

”اس واقعہ کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ کافر کے اُس عمل اور بھلائی پر اجر و ثواب دیا جاتا ہے جس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو۔“

کرمانی، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، 19 : 79

6۔ شارح صحیح بخاری امام بدر الدین عینی (762-855ھ) بیان کرتے ہیں:

يَحْتَمِلُ اِنْ يَكُوْنُ مَا تَعْلُقُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُخْصُوْصًا مِنْ ذٰلِكَ.

”اِس واقعہ کو اِس پر محمول کیا جائے گا کہ وہ اَعْمَال جن کا تعلق ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو اُن کے ذریعے کافر کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔“

یعنی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 20 : 95

7۔ امام جلال الدین سیوطی (849-911ھ) نے یہ موقف بالصراحت بیان کیا ہے، جیسا کہ ہم نے گزشتہ صفحات میں اُن کی کتب الحاوی للفتاویٰ اور حسن المقصد فی عمل المولد سے مختلف عبارات نقل کی ہیں۔

8۔ امام عبد الرحمن بن دین شیبانی (866-944ھ) لکھتے ہیں :

فتخفيف العذاب عنه إنما هو كرامة النبي صلى الله عليه وآله وسلم.

”ابولہب کے عذاب میں یہ تخفیف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکرام کی وجہ سے ہوئی۔“

شیبانی، حدائق الآتوار، 1 : 134

ان تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ نادانستہ طور پر آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی منانے والے بدترین کافر کو بھی اللہ تعالیٰ اس عمل کی جزا دے رہا ہے اور قیامت تک دیتا رہے گا۔ اور یہ صرف اور صرف حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے کیے جانے والے اعمال کی خصوصیت ہے کہ اگر کافر بھی کوئی عمل کرے گا تو اس کو جزا دی جائے گی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

بعض لوگ اس روایت پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ معاملہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ خواب میں پیش آیا اور وہ اُس وقت تک ایمان بھی نہیں لائے تھے۔ لہذا اسے شرعی ضابطہ کیوں کر بنایا جاسکتا ہے؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ:

1۔ جب ہم اس واقعہ کو اپنے موقف میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوشی منانا باعثِ اجر و ثواب ہے۔ کی تائید میں بطور دلیل لیتے ہیں تو ہم ابو لہب کا بیان اپنی دلیل کی بنیاد نہیں بناتے۔ ہمارے استدلال کی بنیاد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی روایت پر ہوتی ہے۔

2۔ اگرچہ یہ واقعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے لیکن اسے روایت کرتے وقت اُن کا مشرف بہ اسلام ہونا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ یہ روایت انہوں

نے شرفِ صحابیت حاصل کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں بیان کی تھی۔ لہذا آپ کی یہ روایت نورِ اسلام حاصل ہو جانے کے بعد کی ہے اور ہر طرح سے قابلِ لحاظ و لائقِ استناد ہے۔

3۔ اس حدیث کی ثقاہت اور قبولیت کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے امام بخاری (194-256ھ) نے اسے <sup>الصحيح</sup> صحیح میں روایت کیا ہے۔ اگر امام بخاری کی نظر میں یہ حدیث قابلِ استناد نہ ہوتی تو وہ ہر گز اسے اپنی <sup>الصحيح</sup> صحیح میں شامل نہ کرتے بلکہ اسے مسترد کر دیتے۔ الب کے علاوہ امام بخاری کے اُستاد امام عبدالرزاق برجِ ہمام صنعانی (126-211ھ) نے اسے المصنف میں روایت کیا ہے۔ امام مروزی (202-294ھ) نے السنۃ میں درج کیا ہے۔ امام بیہقی (384-458ھ) نے یہ روایت اپنی تین کتب: السنن الکبریٰ، شعب الایمان، دلائل النبوة و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ میں بیان کی ہے۔ امام ابن کثیر (701-774ھ) نے یہ روایت البدایۃ والنہایۃ میں درج کی ہے۔ ابن سعد (168-230ھ) نے الطبقات الکبریٰ میں، امام بغوی (436-516ھ) نے شرح السنۃ میں، ابن جوزی (510-579ھ) نے صفوۃ الصفوۃ میں، سہیلی (508-581ھ) نے الروض الانفی

تفسیر السیرۃ النبویۃ لابن ہشام میں اور ابن عساکر (499-571ھ) نے تاریخ دمشق الکبیر میں اسے روایت کیا ہے۔ اگر یہ روایت صحیح نہ ہوتی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی منانے کے صلہ میں ابولہب کے عذاب میں تخفیف کا واقعہ درست نہ ہوتا تو مذکورہ بالا اجل علماء و محدثین سمیت دیگر ائمہ کرام یہ روایت اپنی اپنی کتب میں کیوں بیان فرماتے؟ ان اجل ائمہ و محدثین نے نہ صرف اسے روایت کیا ہے بلکہ اس سے استنباط کرتے ہوئے اس کی شرح بیان کی ہے جس پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہماری نظر میں اس حدیث کے قابلِ استناد و استدلال ہونے کی دلیل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اسے بیان کرنا، امام بخاری کا بطور حدیث اسے قبول کرنا اور درجنوں ائمہ حدیث کا اپنی اپنی کتب میں اسے شرعی قواعد و ضوابط کے طور پر درج کر کے اس سے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کی شرعی اباحت کا استدلال و استنباط کرنا ہے۔

ایک عبرت آموز حقیقت

مند کورہ بالا واقعہ سے ایک طرف تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر کیا جانے والا معمولی سا عمل بھی بارگاہِ لیزدی میں باعثِ اجر ہے خواہ وہ کسی کافر کا ہی کیوں نہ ہو۔ دوسری طرف مومنین کے لیے وعید ہے کہ مومن زندگی بھر کروڑوں نیک عمل کرتا رہے لیکن اگر اس سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی ایک معمولی سی بے ادبی سرزد ہو جائے تو مومن ہوتے ہوئے بھی اُس کے سارے اعمال غارت کر دیے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

”اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیؐ کے آواز سے بلند مت کیا کرو اور اُن کے ساتھ اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ بات کرتے ہو۔“

یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ احتیاط سے اپنی آوازوں کو پست رکھا کریں اور آپس میں بات کرتے ہوئے اپنی آواز اتنی بلند نہ کیا کریں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبسم شعار لبوں سے نکلی ہوئی شیریں آواز سے اونچی ہو جائے۔ بارگاہ نبوت کا یہ ادب خود اللہ رب العزت سکھا رہا ہے۔ بصورتِ دیگر واضح الفاظ میں حکم فرما رہا ہے کہ میرے باز رکھنے کے باوجود اگر نہیں سمجھو گے اور بے احتیاطی سے کام لو گے تو سب لو:

إِنْ تَحْبُطْ أَعْمَالُكُمْ وَإِنْ تُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

(”ایسا نہ ہو) کہ تمہارے سارے اعمال ہی (ایمان سمیت) غارت ہو جائیں اور تمہیں (ایمان اور اعمال کے برباد ہو جانے کا) شعور تک بھی نہ ہو“ ۝

یہاں توحید کے انکار کا ذکر ہے نہ سنت کے انکار کا، نبوت و رسالت کے انکار کا ذکر ہے نہ آخرت کے انکار کا، نماز روزے سے انحراف کا ذکر ہے نہ حج و زکوٰۃ کے انکار کا ذکر ہے۔ صرف آواز ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے بلند ہو گئی تو نتیجتاً پوری زندگی کے نیک اعمال برباد ہو جانے کی کڑی وعید سنائی جا رہی ہے۔

اس بحث کی روشنی میں یہ تصور ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اگر ایک طرف کروڑوں عمل ہوں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں معمولی سی بے ادبی ہو جائے تو آخرت میں ان تمام اعمال کی جزا سے محروم کر دیا جائے گا، اور دوسری طرف اگر کافرو دشمن اسلام اور توحید و رسالت کا منکر شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد اور تعظیم میں ایک عمل بھی کر دے تو اسے اس عمل کی جزا عالم برزخ اور آخرت دونوں میں دی جائے گی۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروغ میں

اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

احمد رضا خان، حدائق بخشش، 1 : 135

تمام انسانی اعمال کی عظمت و قبولیت اُسی عمل کے سبب سے ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں کیا جائے اور اگر دل محبت رسول سے خالی ہے تو کوئی بھی نیک عمل بارگاہ خداوندی میں باعثِ اجر و ثواب نہیں ہوگا۔ اسی لیے اہل دل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ای کریمی کہ از خزانہ غیب

گبر و ترسا و طیفہ خور داری

دوستان را کجا کنی محروم

## تو کہ بادشمنانِ نظر داری

سعدی، کلیات (گلستان): 66

(اے جود و سخا کے پیکرِ اتم! آپ کی کرم نوازیوں کا یہ عالم ہے کہ اس خرم جود و سخا سے کوئی بت پرست و آتش پرست بھی محروم نہیں۔ آپ اپنے عاشقوں کو کیسے اپنے کرم سے محروم رکھ سکتے ہیں جب کہ آپ کی نظرِ شفقت تو دشمنوں پر بھی ہے۔)

اس باب میں دی گئی روایات و ابحاث سے واضح ہو جاتا ہے کہ آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی منانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل دونوں سے ثابت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی منانا کوئی غیر شرعی فعل نہیں بلکہ منشاءِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عین مطابق اور تقاضائے اسلام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا جشن منانے پر کفار بھی اجر سے محروم نہیں رہتے۔ لہذا جب گنہگار امتی ایسا کریں گے تو وہ کیسے اخروی نعمتوں سے محروم رہ سکتے ہیں۔